بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر حالات

امیر ملت حضرت مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی

دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم دیوبند

جمع وترتیب

(مفتی) محمد ارشد عثمانی
خادم التدریس دارالعلوم اشرفیہ، راندیر

ناشر
مکتبہ عثمانیہ، راندیر

تعارف حضرت امیر ملت زید مجدہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین ○ و العاقبۃ للمتقین ○ و الصلاۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین ○ سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین ○ اما بعد!

اس وقت ہندوستان میں اللہ کے وہ بندے جو عوام وخواص میں مقبول اور مرجع سمجھے جاتے ہیں ان میں ایک شخصیت مہتمم دارالعلوم دیوبند، نمونۂ اسلاف، عارف باللہ حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم العالیہ بھی ہے۔ ذیل میں حضرت اقدس کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

ولادت

حضرت امیر ملت زید مجدہم کی ولادت ۲۲ رصفر المظفر ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۴ رجنوری ۱۹۴۷ء بروز منگل صوبہ یوپی کے مشہور تاریخی شہر بنارس (وارانسی) کے محلہ مدنپورہ میں ہوئی۔

والد صاحب

حضرت امیر ملت زید مجدہم کے والد صاحب کا نام حاجی محمد حنیف اور دادا کا نام قاری محمد نظام الدین تھا۔

جملہ معترضہ کے طور پر ایک لطیفہ عرض کردوں کہ ۲۰۰۹ء میں جب بندہ حضرت اقدس کی خدمت میں بنارس حاضر ہوا تھا اس وقت رفیق سفر کے طور پر ہمارے دوست حنیف بھائی تھے۔ حضرت اقدس ان کو پہلوان کے لقب سے یاد فرماتے ہیں۔ حضرت اقدس نے

حنیف بھائی سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا کہ حنیف ہے۔فرمایا میرے والد صاحب کا نام بھی حنیف تھا، اس پر حنیف بھائی کہنے لگے کہ میرے والد کا نام قاسم تھا۔حضرت اقدس یہ سن کر فرمانے لگے واہ بھائی! مزہ آ گیا۔

ایک خواب

بندہ نے خود حضرت اقدس سے سنا تھا کہ میرے والد ماجد نے بچپن میں ایک خواب دیکھا کہ کہیں راستہ سے گزر رہے ہیں کہ اچانک ایک کوا آیا اور ان کے سر سے ٹوپی لے کر اڑ گیا۔صبح میں اس خواب کا ذکر کیا تو ان کے والد قاری نظام الدین صاحب ان کو بنارس شہر میں ایک منشی جی کے پاس لے گئے جو خوابوں کی تعبیر میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔انہوں نے خواب سن کر فرمایا کہ پندرہ دن بعد اس کی تعبیر بتلاؤں گا۔اس دوران حضرت اقدس کی دادی صاحبہ کا یعنی خواب دیکھنے والے کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔جب پندرہ دن بعد منشی جی کے پاس پہونچے تو فرمایا کہ تعبیر تو سامنے آ گئی۔خواب میں بتلایا گیا کہ اس بچہ کے سر سے سایہ اٹھنے والا ہے مگر یہ ظاہر نہیں تھا کہ باپ کی شکل میں یا ماں کی شکل میں، اب چونکہ ماں کا انتقال ہو گیا تو ظاہر ہو گیا۔

ابتدائی تعلیم

حضرت امیر ملت زید مجدہم کی ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے دادا جان حضرت قاری نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں ہوئی۔ پھر جامعہ اسلامیہ مدنپورہ میں پڑھا اور عربیت کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ۱۳۷۹ھ میں صوبہ یوپی کے مشہور ادارہ دار العلوم مئو ناتھ بھنجن میں درجہ عربی اول میں داخلہ لیا۔دو سال وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد

۱۳۸۱ھ میں جامعہ مفتاح العلوم مئو منتقل ہو گئے۔ وہاں ایک سال درجہ عربی سوم پڑھنے کے بعد شوال المکرم ۱۳۸۲ھ میں از ہر ہند دار العلوم دیوبند حاضر ہوئے اور وہاں کنز الدقائق کی جماعت میں داخل ہوئے۔

فراغت

حضرت اقدس کا مادر علمی دار العلوم دیوبند سے تعلق تین طرح سے ہے۔(۱) بحیثیت طالب علم (۲) بحیثیت رکن شوریٰ (۳) بحیثیت مہتمم

۱۳۸۲ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہو کر شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ میں فراغت حاصل کی۔ ۵۰۰ میں سے ۴۸۵ نمبرات حاصل کر کے پوری کلاس میں ٹاپ کیا۔ اتفاقی امر یہ ہے کہ اس سال دورۂ حدیث میں طلبہ کی تعداد ۳۱۳ کے مبارک عدد پر مشتمل تھی۔ شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ میں تکمیل افتاء کی سند حاصل کی۔

اساتذہ

حضرت امیر ملت زید مجدہم نے جن اساتذہ سے علم حاصل کیا وہ تمام اپنے اپنے وقت کے جبال العلوم تھے۔ ذیل میں ان چند اساتذہ کے اسماء بتلائے جاتے ہیں جن سے حضرت اقدس نے کتساب فیض کیا ہے۔

(۱) حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت اقدس نے ان سے بخاری شریف مکمل پڑھی۔

(۲) حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت اقدس نے ان سے مسلم شریف مقدمہ و کتاب الایمان اور ترمذی شریف جلد اول پڑھی۔

(۳) حضرت مولانا شریف الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ: حضرت اقدس نے ان سے بقیہ مسلم شریف پڑھی، نیز موقوف علیہ میں مشکوۃ شریف جلد اول اور نخبۃ الفکر اور میبزی پڑھی۔ اسی سال حضرت مولانا شریف الحسن صاحب جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تھے۔

(۴) حضرت مولانا فخر الحسن صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت اقدس نے ان سے بیضاوی سورۂ بقرہ، ترمذی شریف جلد ثانی، ابوداود شریف مکمل اور شمائل ترمذی پڑھی۔

(۵) حضرت مولانا عبد الاحد صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت اقدس نے ان سے نسائی شریف پڑھی۔

(۶) حضرت مولانا معراج الحق صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت اقدس نے ان سے ابن ماجہ شریف پڑھی۔

(۷) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ: حضرت اقدس نے ان سے موطا امام مالک اور موطا امام محمد پڑھی اور مسلسلات کی اجازت حاصل کی۔

(۸) حضرت مولانا اسلام الحق صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت اقدس نے ان سے ملا حسن اور طحاوی شریف پڑھی۔

(۹) حضرت مولانا محمد حسین صاحب (علامہ بہاری) رحمۃ اللہ علیہ: حضرت اقدس نے ان سے مشکوۃ شریف ثانی پڑھی۔

(۱۰) حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ: حضرت اقدس نے ان سے قطبی، سلم العلوم اور جلالین شریف مکمل اور الفوز الکبیر پڑھی۔

(۱۱) فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت اقدس نے ان سے افتاء پڑھا ہے۔

(۱۲) حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت اقدس نے ان سے بھی افتاء پڑھا ہے۔

(۱۳) حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت اقدس نے ان سے عربی ادب پڑھا ہے۔

مسلسلات اور اجازت حدیث

حضرت اقدس کو مسلسلات کی اجازت دو بزرگوں سے حاصل ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۳۸٦ھ مظاہر علوم سہارنپور کے دار قدیم میں اور اسی سال حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے۔ ان دونوں سے نیز علامہ بلیاوی صاحب سے جملہ مرویات کی بھی اجازت حاصل ہے۔

جامعہ اسلامیہ بنارس میں

حضرت اقدس خود اپنے مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ" میں فراغت کے بعد میری انتہائی تمنا تھی کہ دار الافتاء میں داخلہ مل جائے، ادھر میرے محترم رفقاء مولانا عبد المتین صاحب اور مولانا محمد یونس صاحب مجھ سے پہلے فارغ ہو کر بنارس آ چکے تھے اور جامعہ اسلامیہ مدنپورہ بنارس کی تعلیمات کی ذمہ داری سنبھال چکے تھے۔ ان حضرات کا اصرار تھا کہ میں فراغت کے بعد سیدھا جامعہ اسلامیہ پہونچوں۔ مولانا عبد المتین صاحب نے اس سلسلہ میں حضرت مفتی صاحب (مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ) کو خطوط لکھے،

جس کے جواب میں حضرت نے ان کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے مجھے بھی حکم فرما دیا تھا کہ تم جامعہ اسلامیہ ہی میں کام سے لگ جاؤ۔

اب مجھے یاد کر کے شرمندگی ہوتی ہے کہ اس حکم نامہ کے جواب میں کس قدر اصرار کے ساتھ میں نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنی دارالافتاء سے وابستگی کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ طالب علمانہ شوخی اور جرأت پر خفا ہونے کے بجائے حضرت نے بڑی بشاشت کے ساتھ تحریر فرمایا کہ بقول تمہارے میں نہ تو تمناؤں کا خون کرنا چاہتا ہوں اور نہ آرزوؤں کا گلا گھونٹنا چاہتا ہوں، میں خالی الذہن تھا، مولانا عبدالمتین صاحب کا خط آیا، میرے خیال میں وہ جگہ تمہارے لئے مناسب تھی، میں نے مشورہ دے دیا، اب اگر تم دار الافتاء میں پڑھنا چاہتے ہو تو علی الرأس والعین، خدا کرے تم کو داخلہ مل جائے۔ خدا کا کرم ہوا کہ دورہ حدیث میں امتیازی نمبرات سے کامیابی ملی اور بلا کسی دقت اور سفارش کے شوال ۱۳۸۷ھ میں دارالافتاء میں داخلہ مل گیا۔

دارالافتاء سے فراغت کے بعد جب وطن واپسی ہونے لگی اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جدائی پر اظہار غم کیا تو حضرت نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہیں قیام کر لو، میں سو روپیہ ماہانہ تمہاری خدمت میں پیش کر دیا کروں گا۔ لیکن اپنے مدرسہ والوں کا حکم تھا اور خود بھی طبیعت میں تقاضا پیدا ہو رہا تھا اس لئے وطن واپسی ہو گئی۔ (ماخوذ از: مقالات نعمانی، ص ۲۵۳، ۲۵۴)

وطن واپسی کے بعد ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء سے لے کر ۱۴۳۲ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۰ء تک مسلسل ۴۴ سال اپنے ہی وطن کے تاریخی ادارہ جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب،

بنارس، یو پی میں بڑی محنت ولگن سے مختلف فنون کی کتابوں کا کامیاب ومقبول درس دیا۔

۱۹۸۸ء میں جب جامعہ اسلامیہ میں دورۂ حدیث کا قیام عمل میں آیا تو اس وقت سے لے کر بصیغۂ اہتمام دیوبند جانے تک ۲۳ سال تک اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنی بخاری شریف کا درس آپ ہی سے وابستہ رہا۔ اس طرح ۲۳ سال تک شیخ الحدیث کے منصب جلیل پر آپ فائز رہے۔

جامعہ اسلامیہ بنارس میں ابتداء میں ترمذی شریف حضرت مولانا محمد مجتبیٰ صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق تھی، ان کے انتقال کے بعد ترمذی شریف کا درس بھی آپ ہی کے حوالے ہوا۔ نیز جامعہ اسلامیہ کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ صدر مفتی کا منصب بھی آپ ہی کے پاس رہا۔

فلاح دارین ترکیسر کے لئے بلاوا

حضرت اقدس خود بیان فرماتے ہیں کہ دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات کے روح رواں اور رئیس مکرم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی مرحوم ومغفور سے اس ملاقات کا قصہ جس میں وہ آپ کو اپنے یہاں لے جانا چاہتے تھے۔ فرمایا حضرت اقدس نے کہ میری حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری زید مجدہم سے پہلی ملاقات رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہوئی تھی۔ جب حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ ناظم مدرسہ فلاح دارین ترکیسر عربی ادب پڑھانے کے لئے ایک مدرس کی تلاش میں دیوبند گئے ہوئے تھے۔ وہاں کے بعض لوگوں نے ان کے سامنے خوش فہمی اور محبت کی بنا پر میرا نام لے لیا اور یہ بھی کہا کہ اس کی

تکیل حضرت مفتی صاحب (حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ) کے ہاتھ میں ہے، وہ فرمائیں گے تو چلا جائے گا۔ وہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں اس کو لے جانا چاہتا ہوں۔ حضرت مولانا تقی الدین صاحب دامت برکاتہم فلاح دارین ترکیسر میں ایک مدت تک رہ چکے تھے اور اس وقت وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مقیم تھے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میں مشورہ کر کے بتاؤں گا۔

چنانچہ اگلے دن پنج شنبہ تھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور تشریف لے گئے اور حضرت مولانا تقی الدین صاحب زید مجدہم کے سامنے مجھ کو پیش کیا اور فرمایا کہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ اس کو ترکیسر لے جانا چاہتے ہیں۔ حضرت مولانا تقی الدین صاحب زید مجدہم نے سر سے پیر تک مجھ پر ایک نگاہ ڈالی فرمایا: ''بچہ ہے نہیں چلے گا''۔

قصہ جامعہ ڈابھیل میں تقرری کا

تذکرہ قاریان گجرات میں ایک مقالہ احقر کی نظر سے گزرا جس میں حضرت اقدس کے جامعہ ڈابھیل میں تقرر کا ذکر تھا۔ احقر نے اس کی تفصیل حضرت اقدس سے دریافت کی تو حضرت اقدس نے یہ تفصیل بتائی کہ میرے ڈابھیل میں تقرر کا قصہ یوں ہوا کہ ۱۹۷۴ء میں حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری ڈابھیل میں مدرس تھے۔ وہاں سے حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل) تشریف لائے جامعہ اسلامیہ بنارس میں۔ ان کو اچھے مدرس کی تلاش رہتی تھی اور وہ اس لئے محنت فرماتے تھے۔ کسی نے میرا تذکرہ کر دیا ہوگا، اور ممکن ہے حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہو

تو وہ بنارس تشریف لائے اور ان کے ساتھ ایک اور رفیق تھے غالباً عبدالصمدان کا نام تھا اور سرنیم منشی تھا۔ یہاں کے ناظم حافظ عبدالکبیر صاحب (جواب بھی ناظم ہیں) سے ملاقات کی اور کہا کہ ہم مولانا ابوالقاسم صاحب کو ڈابھیل لے جانا چاہتے ہیں۔ یہاں کے لوگ مجھ کو چھوڑنے کو تیار نہیں تھے اور دوسری جانب حضرت مولانا ابوبکر صاحب کا مجھ پر اصرار تھا کہ تم یہاں آجاؤ اور خاص طور سے اس لئے کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہاں آکر رہ جاؤ گے تو آب و ہوا بہت اچھی ہے، تمہاری طبیعت ٹھیک ہو جائے گی، یہاں کتب خانہ بھی اچھا ہے، علمی ماحول ہے۔

بہر حال! حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیحد اصرار پر یہ طے ہوا کہ جامعہ اسلامیہ سے میرا تدریسی تعلق بالکلیہ منقطع نہ ہو، سال بھر کے لئے مجھ کو یہاں سے رخصت دی جائے اور میں ڈابھیل چلا جاؤں۔ یہ مطالبہ حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے تھا اور ہمارے یہاں کے ناظم صاحب اس پر آمادہ ہوئے کہ ابتداء چھ مہینے کے لئے رخصت دی جائے گی اور بعد میں آپ اور یہ چاہیں گے تو مزید چھ مہینے کی توسیع کر دی جائے گی۔

چنانچہ یہ معاملہ طے ہو گیا اور اگلے سال شوال سے میرا ڈابھیل جانا طے ہو گیا۔ رمضان المبارک میں ہی میری طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی اور کھانسی کا دورہ پڑا؛ والد صاحب مجھ کو یہاں کے مشہور ڈاکٹر کے پاس۔ انہوں نے معاینہ کر کے بتلایا کہ ان کو آرام کی ضرورت ہے، کچھ دوائیں لکھ دی اور ایکسرے (x ray) کے لئے کہا۔ گھر آنے کے بعد کھانسی ہوئی اور خون نکلنے لگا۔ والد صاحب پھر ڈاکٹر کے پاس گئے تو انہوں نے کہا مجھے اسی کا اندیشہ تھا، اس کو ٹی بی ہو گئی ہے۔ والد صاحب نے کہا اس کا تو ٹکٹ بنا ہے رمضان کے

بعد ڈابھیل جانے کا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا یہ سفر نہیں کریں گے۔

چنانچہ میں بالکل صاحب فراش ہو گیا اور اس سال رمضان میں میرے ۲۲ روزے چھوٹ گئے۔ وزن بہت کم ہو گیا، فقط ۴۳ کلو وزن ہو گیا تھا۔ یہاں کے سب سے بڑے ڈاکٹر نے آکر گھر پر دیکھا اور تین مہینے کی دوا تجویز کی، علاج شروع ہوا۔ رمضان کے بعد وہاں اطلاع کر دی گئی کہ ایسی حالت ہے اور آ نہیں سکتے۔ حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں، اب ہم ان کی صحت کا انتظار کریں گے۔

چنانچہ ڈابھیل میں میرے نام کی کتابیں لکھی گئی، رجسٹر میں میرا نام بھی لکھا گیا اور چھ مہینے تک رخصت بھی درج ہوتی رہی، لیکن میرا جانا ہو نہیں سکا۔ اس طرح میرے نام کا کمرہ بھی متعین ہوا، رجسٹر میں نام بھی لکھا گیا، کتابیں بھی لکھی گئیں۔

اصلاحی تعلق

حضرت اقدس کا اصلاحی تعلق اولاً شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔

حضرت اقدس خود فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا اصل قصہ یوں ہوا کہ ایک دن میرے شریک حجرہ اور محترم ساتھی مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور مجھ سے کہا ابوالقاسم! چلو سہارنپور، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کہ جمعرات کو چلیں گے۔ کہنے لگے نہیں، ابھی چلو۔ چنانچہ ہم لوگ دیوبند سے چل کر عصر کی نماز میں مدرسہ قدیم کی مسجد میں حاضر ہو گئے، جہاں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نماز سے

فارغ ہوکر قبلہ کی طرف پشت کر کے بیٹھتے۔ فوراً مولانا ابوبکر صاحب مجھے لے کر حاضر ہو گئے اورعرض کیا کہ ہم دونوں دیوبند کے طالب علم ہیں، آپ ہمیں بیعت کر لیجئے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صبح تک ٹھہرو۔ مولانا غازی پوری نے کہا کہ ہم کو ابھی واپس جانا ہے۔ اب اس گستاخانہ رویہ کو سوچ کر پسینہ آجاتا ہے، مگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت کے قربان جاؤں، خلاف معمول وہیں بیعت فرمالیا۔

یہ واقعہ ۱۳۸۵ھ کا ہے۔ پھر افتاء کے سال حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ) کی معیت میں سہارنپور حاضری کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۳۸۷ھ کے رمضان میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اعتکاف میں بھی شرکت کی، لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے رعب و ہیبت کی وجہ سے ان سے زیادہ عرض معروض کرنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شفقتوں سے خوب نوازا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت یہ تھی کہ حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ سے بعض منتسبین کے متعلق فرماتے کہ ''یہ آپ کا ہے، آپ اس پر توجہ دیجئے''۔ انہیں میں ایک نام حضرت اقدس کا بھی ہے۔ گویا حضرت کو دونوں چشموں سے سیراب ہونے کا موقع نصیب ہوا۔

پھر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا رشتہ قائم ہوا کہ حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں جن کو اعزازی مقام حاصل تھا ان میں حضرت اقدس کا شمار ہونے لگا۔ حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں کتابی تعلیم کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد ہوتی۔

بات صرف تعلیم ہی تک نہیں بلکہ خصوصاً ماہِ مبارک کی بعد العصر والی مجالس میں خود حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت مولانا ابراہیم صاحب پانڈور زید مجدہم وغیرہ کی فرمائش پر چند نظمیں دردو ترنم سے حضرت اقدس مفتی ابوالقاسم صاحب دامت برکاتہم العالیۃ سناتے تھے۔''مراقبۂ موت از خواجہ عزیز الحسن صاحب، بوڑھا پا ہے چلا ہوں سوئے یثرب'' وغیرہ منظومات جب اپنے مخصوص لب ولہجہ میں سناتے تھے تو مجلس میں ایک سماں بندھ جاتا تھا، اور بعض اوقات گریہ وزاری، آہ و بکاء سے مسجد چھتہ کے در و دیوار گونجتے تھے۔ جمعہ کی فجر کی نماز خصوصیت کے ساتھ حضرت اقدس مفتی ابوالقاسم صاحب دامت برکاتہم العالیۃ سے پڑھوائی جاتی تھی اور آپ پرسوز آواز میں الم سجدہ اور سورۂ دہر کی تلاوت فرماتے تھے۔(اضافہ از: مفتی طاہر سورتی صاحب مدظلہ)

مفتی فاروق صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح میں حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص خلفاء کا ذکر کیا ہے تو اس میں حضرت مولانا ابراہیم صاحب افریقی زید مجدہم کے بعد حضرت اقدس کا ہی نام بیان کیا ہے۔

اساتذہ کی نظر میں

حضرت اقدس دور طالب علمی سے ہی اساتذہ ومشائخ کے منظورِ نظر تھے اور ان کی توجہات کا مرکز بنے رہے۔ ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت اقدس نے دار العلوم اشرفیہ راندیر کے ایک سو پچاسویں سالانہ جلسہ میں واقعہ سنایا تھا کہ حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ جمیعت علماء کے صدر تھے۔ ان کی جانب سے درخواست آئی تھی کہ میرٹھ میں جمیعت کا اجلاس ہو رہا ہے تو بطور

رضا کار تین سو طلبہ کی ضرورت ہے۔ مہتمم دار العلوم حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مشورہ کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اپنے استاذ گرامی حضرت علامہ بلیاوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر تیل لگا رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ حضرت اقدس کو علامہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں خادم ہونے کا شرف حاصل تھا۔

آگے کا قصہ یوں ہوا کہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے فرمایا کہ میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ ۱۵ر محرم الحرام ۱۳۸۳ھ کو دار العلوم کے قیام کو سو سال ہو رہے ہیں اور جمعیت کا اجلاس بھی ۱۵ / ۱۶ / ۱۷ ر محرم الحرام کو ہو رہا ہے تو سو سال ہونے کے عنوان پر دار العلوم مین تین روز کی عام تعطیل کر دی جائے، پھر جس کو جہاں جانا ہو چلا جائے۔

حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دار العلوم میں تین دن کی عام تعطیل کا اعلان ہوا۔ بندہ بھی اپنے ہم وطن رفقاء مولانا محمد یونس صاحب اور مولانا عبد المتین صاحب مرحومین کے ساتھ اس اجلاس میں شریک رہا۔

دوسری مثال یہ ہے کہ حضرت اقدس کے استاذ محترم حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو طلبہ کی برادری میں چچا میاں اور چچا فخرو کے عنوان سے جانے جاتے تھے ان کی شفقت و محبت اور اعتماد کی بات ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ششماہی امتحان کے موقع پر دیر رات بیدار رہ کر یاد کرنے کی وجہ سے کچھ غنودگی سی تھی۔ فجر کی نماز کے بعد حضرت اقدس کی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی، جب آنکھ کھلی تو کافی دیر ہو چکی تھی اور امتحان کا وقت جا چکا تھا۔ جلدی سے آنکھیں

ملتے ہوئے گھبراتے ہوئے امتحان گاہ کی طرف چلے تو راستہ میں حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملے جو پرچے لے کر اپنے کمرہ میں جارہے تھے۔ ان کے پاس پہونچے تو انہوں نے اپنے نرالے انداز میں فرمایا ارے او بنارسی! کہاں رہ گیا تھا؟ داستان سنائی، اب دیکھئے حضرت استاذ مرحوم کی شفقت۔ حضرت اپنے ساتھ کمرہ میں لے گئے اور سوال کا پرچہ اور سادہ کاغذ دے کر فرمایا لے یہاں بیٹھ کر لکھ لے۔ یہ کھلی دلیل ہے اس بات کہ جب استاذ محترم کی توجہ حاصل ہوتی ہے تو پھر یہ شفقتیں نصیب ہوتی ہیں۔

تیسری مثال جو ماقبل میں گزری کہ حضرت علامہ بلیاوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حضرت اقدس کو خادم خاص ہونے کا مقام حاصل تھا۔ جس سال حضرت اقدس کی فراغت ہوئی اسی سال رمضان المبارک میں حضرت علامہ بلیاوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا۔ اس اعتبار سے حضرت اقدس کو حضرت علامہ بلیاوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آخری شاگرد ہونے کا بھی شرف ملا۔

چوتھی مثال۔ یہ واقعہ بندہ نے حضرت اقدس سے ۲۹ رمئی ۲۰۱۵ء بروز جمعہ صبح ۸ بجے سورت ائرپورٹ پر سنا تھا۔ تفصیل یہ ہے کہ حضرت اقدس جب افتاء میں تھے اس وقت آپ کے استاذ خاص حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آپ کو الصّف العربی کے لئے ایک گھنٹے کی تدریس پر مقرر کیا گیا تھا۔ استاذ محترم کی طرف سے دور طالب علمی میں ہی اس اہم شعبہ میں مقرر کیا جانا استاذ محترم کے آپ پر اعتماد کی بدیہی دلیل ہے۔ اور اسی دوران آپ کے پہلے شاگرد ہوے کا شرف نصیب ہوا دارالعلوم دیوبند کے استاذِ ادب حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب زید مجدہم کو۔

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

ماقبل میں یہ بات بیان کی گئی کہ حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں کتابی تعلیم کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد ہوتی۔ مفتی فاروق صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح میں حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص خلفاء کا ذکر کیا ہے تو اس میں حضرت مولانا ابراہیم صاحب افریقی زیدمجدہم کے بعد حضرت اقدس کا ہی نام بیان کیا ہے۔

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ سے ربط وتعلق تو ۱۳۸۷ھ میں افتاء کے سال سے ہی قائم ہوا تھا جو وفات تک برقرار رہا۔ اس تیس سال کے عرصہ میں حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ شفقتوں اور توجہات حاصل کرنے کا زریں موقع نصیب ہوا۔

حضرت اقدس خود تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ کا تذکرہ کیا کہ حضرت! بڑی اچھی کتاب ہے، مجلس علمی ڈابھیل سے شائع ہوئی ہے۔ فرمایا کتنے میں ملتی ہے؟ عرض کیا مکتبہ دینیہ سے ۷۵ روپیہ میں مل جائے گی۔ فوراً جیب سے سو کا نوٹ نکالا اور فرمایا ایک سیٹ لے آؤ۔ میں کتاب لے کر حاضر ہوا تو فرمایا تمہارے لئے منگوائی ہے، باقی پچیس روپے بھی تجلید وغیرہ کے لئے رکھ لو۔ (مقالات نعمانی، ص: ۲۵۶)

ایک واقعہ ماقبل میں ذکر کیا کہ دارالافتاء سے فراغت کے بعد جب وطن واپسی ہونے لگی اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جدائی پر اظہار غم کیا تو حضرت نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہیں قیام کرلو، میں سو روپیہ ماہانہ تمہاری خدمت میں پیش کردیا کروں گا۔ لیکن اپنے مدرسہ والوں کا حکم تھا اور خود بھی طبیعت میں تقاضا پیدا ہو رہا تھا اس لئے وطن واپسی ہوگئی۔

(مقالات نعمانی،ص:۲۵۷)

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حضرت اقدس کو جو نمایاں مقام حاصل تھا اس کی ایک دلیل پیش کرتے ہیں۔شہید منیٰ حضرت مفتی فاروق صاب میرٹھی نے حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ''حدیث کے اصلاحی مضامین'' پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کو تمام متعلقین میں جن پر بہت زیادہ اعتماد تھا ان میں بندۂ عاجز کے ظن اور نظریہ کے مطابق دو حضرات سرفہرست ہیں۔ ایک تو حضرت اقدس مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم العالیۃ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) اور دوسرے حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیۃ۔

ہمارے حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ کے یہاں ان دونوں حضرات کا جو مقام تھا وہ دوسرے تمام حضرات میں سب سے فائق تھا۔حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ اپنے خطوط میں بھی ان دونوں حضرات کے لئے جو القاب لکھواتے تھے وہ بہت اونچے ہوتے تھے۔ حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ ان دونوں حضرات کے لئے عامۃً ''جامع الکمالات والمحاسن''، ''مجمع الکمالات والمحاسن''، ''مجمع البرکات والحسنات''، '' جامع الکمالات الظاہرۃ و الباطنۃ'' جیسے کلمات استعمال فرمایا کرتے تھے۔حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ کی طرف سے اتنے اونچے کلمات اور القاب سے نوازا جانا ظاہر ہے کہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔جب کہ حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ کے یہاں انتہائی اعتدال پسندی تھی، ہر کسی کے لئے انتہائی جچے تلے الفاظ ہی استعمال ہوتے تھے، نہ افراط تھی نہ تفریط۔(حدیث کے اصلاحی مضامین: ۱۱/۲۷، ۲۸)

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی صلوۃ جنازہ

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے افریقہ کے آخری سفر سے قبل آخری رمضان المبارک بنگلہ دیش میں گزرا تھا۔ اس کے بعد مختلف متعلقین ومتوسلین سے ملاقات کرتے ہوئے بنارس تشریف لائے تھے اور تین روز وہاں قیام فرمایا تھا۔ باندہ بھی تشریف لے گئے تھے، اسی وقت حضرت فقیہ الامت کے خادم خاص حضرت مولانا ابراہیم صاحب افریقی زید مجدہم نے حضرت اقدس سے اور حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ اظہار فرما دیا تھا کہ آپ دونوں کو افریقہ آنا ہے اور ویزا کے کاغذات پر دستخط بھی لے لئے گئے تھے۔

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ تو ۲۰/ اپریل ۱۹۹۶ء کو افریقہ تشریف لے گئے اور وہاں آپ کا فیضان بھی جاری ہو گیا۔ اس دوران آپ کی طبیعت میں مختلف اتار چڑھاؤ آتے رہے۔

حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشغولیت کی وجہ سے تشریف نہ لے جا سکے اور حضرت اقدس کو ویزا ملنے میں تاخیر ہوتی گئی۔ حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کی اطلاع جانے سے قبل ہی حضرت اقدس کو موصول ہو چکی تھی۔ اس لئے طبیعت میں تقاضا تھا کہ جلدی سے افریقہ پہونچ کر حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کروں، یہ بھی تمنا تھی کہ حضرت شفایاب ہو جائیں تو حضرت کی معیت میں عمرہ وزیارت کا شرف حاصل کروں۔ لیکن ہوتا وہی ہے جو مقدر میں ہوتا ہے۔

بہر حال! ویزا ملنے پر ۲۰/ اگست ۱۹۹۶ء کو حضرت اقدس دہلی سے روانہ ہوئے اور ۲۱/ اگست ۱۹۹۶ء کی شام کو جوہانسبرگ پہونچے۔ حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

ہوئی۔اس وقت حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ بالکل صاحب فراش تھے، چند روز قبل ہی فالج کا حملہ ہو چکا تھا۔ ۲۶/اگست ۱۹۹۶ء کو حضرت اقدس ڈربن تشریف لے گئے اور حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر مدارس کے دورہ کا پروگرام شروع ہوا۔وہاں سے حضرت مولانا ابراہیم صاحب سے فون پر رابطہ رہا اور حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے علاج کے متعلق معلومات حاصل کرتے رہے۔ ۲۸/ اگست ۱۹۹۶ء کو معلوم ہوا کہ حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کو جوہانسبرگ کے ایک اسپتال میں منتقل کردیا گیا ہے۔

۲/ستمبر کو بعد نماز عشاء مفتی اسماعیل دیسائی صاحب کی مسجد میں بیان ہورہا تھا کہ اچانک یہ خبر دی گئی کہ حضرت فقیہ الامت جوار رحمت میں منتقل ہو چکے ہیں۔ ہر شخص بے قابو ہو گیا۔جلدی سے حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے جو پانچ سو کلومیٹر کے فاصلہ پر تھی۔ رات ڈیڑھ بجے وہاں پہونچے تو حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کا جسد مبارک حضرت مولانا ابراہیم صاحب کے مکان پر غسل وکفن کے بعد رکھا ہوا تھا۔

صبح ساڑھے نو بجے جنازہ ہوا۔لوگوں کی خواہش تھی کہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب جنازہ پڑھائیں مگر ان کو اپنے اوپر قابو نہیں تھا۔مشورہ سے جنازہ کی نماز حضرت امیر ملت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی۔پہلی تکبیر پر ہی بہتوں کی چیخیں نکل گئی۔ بالآخر حضرت مولانا ابراہیم صاحب کے خاندانی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

عصر کی نماز کے بعد حضرت مولانا ابراہیم صاحب کے مکان پر مخصوص متعلقین کے مجمع میں ہمت کر کے حضرت اقدس ہی نے کچھ تسلی کے کلمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا پس منظر بیان کیا جس سے کچھ ڈھارس بندھی۔

وعظ وخطابت میں ملکہ

حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ان من البیان لسحرا بلاشبہ بعض بیان جادو کا اثر رکھتے ہیں۔حق تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو ایسی بے مثال قوت بیان اور زور زبان دیتا ہے کہ بڑے بڑے بہادروں کی تلواریں بے کار ہو جایا کرتی ہیں۔یقیناً حق تعالیٰ نے حضرت اقدس کو ان خوبیوں کا حامل بنایا ہے۔اور کیوں نہ ہو جب کہ دور طفولیت میں ہی اس کا اشارہ دے دیا گیا تھا۔

عجیب خواب عجیب تعبیر

حضرت اقدس کے والد ماجد مرحوم ومغفور نے یہ خواب دیکھا جس وقت حضرت اقدس بچے تھے کہ والد صاحب آپ کو گود میں لئے بیٹھے تھے کہ اچانک دیکھتے ہیں کہ بچے کی زبان جڑ سے کٹ کر تڑپتی ہوئی ایک سوراخ میں گھس گئی۔والد صاحب کو وحشت ہوئی۔مدن پورہ میں ایک بزرگ معبر منشی عبدالغنی صاحب تھے ان سے خواب بیان کیا۔مسکرا کر فرمایا کہ کچھ صدقہ کر کے آؤ تو تعبیر بتاؤں۔وہ صدقہ کر کے حاضر ہوئے تو فرمایا کہ تمہارا بیٹا واعظ ہوگا اور اس کا وعظ دلوں میں اثر کرے گا۔(حاشیہ اسباق حدیث اول،ص:۱۱)

یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور آج یقیناً حضرت اقدس کا شمار ہندوستان کے ممتاز خطباء وواعظین میں ہوتا ہے۔آپ کے مواعظ کے متعلق ایک وقیع تبصرہ فرمایا ہے حضرت مولانا اعجاز صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اسباق حدیث میں، جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا اعجاز رحمۃ اللہ علیہ صاحب اعظمی کا تبصرہ

۱۹۷۲ء کے آخری شب وروز تھے جب یہ خاکسار جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب

بنارس میں خدمت تدریس پر مامور ہوا۔ یہ میری با قاعدہ تدریسی زندگی کا آغاز تھا۔ بنارس شہر میرے لئے کچھ شناسا اور زیادہ تر اجنبی تھا۔ طالب علمی کا دور ابھی جلد ہی تمام ہوا تھا، تدریس کی ذمہ داری نئی سر پڑی تھی اور جگہ بھی نئی تھی، اس لئے وحشت اور اجنبیت کا احساس زیادہ تھا، مگر وہاں ایک ایسی شخصیت سے ملاقات ہوئی جس نے دل کو موہ لیا، اجنبیت یکلخت دور ہوگئی، وحشت کا سایہ ہٹ گیا اور انس ومحبت نے ایک ایسا نقش قدم جمایا جیسے بنارس میرے لئے کبھی اجنبی نہ تھا اور جیسے یہ نیا مدرسہ میرا قدیم گھورا ہو، یہ شخصیت ہمہ محبت، ہمہ شرافت اور ہمہ تواضع و اکرام تھی، ایسی بے تکلفی اور بے ساختگی کہ جس نے تکلف و بے گانگی کی تمام دیواروں کو منہدم کر دیا۔ اس شخصیت کی محبت وتواضع نے کچھ اس طرح اسیر کیا کہ حالات کا اتار چڑھاؤ، جگہوں کی تبدیلی، عمر کے مرحلوں کی رفت وگزشت، کوئی حال بھی اسے متاثر نہ کرسکا، بلکہ اس گرفتاری کا رنگ اور پختہ ہوتا گیا۔ اسیرت نہ خواست رہائی زبند کا منظر رہا۔

یہ شخصیت ہے حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی بنارسی مدظلہ کی۔ وہ مجھ سے چند سال پہلے فارغ ہوئے تھے، دارالعلوم دیوبند کے ممتاز ترین اور مقبول ترین طالب علموں میں ان کا شمار تھا۔ جامعہ اسلامیہ بنارس میں استاذ ہوئے تو اس وقت سے آج تک ایک مقبول و معتمد استاذ ہیں اور اب تو ماشاءاللہ بہت کچھ ہیں۔ زبردست متبحر عالم ہیں، شیخ الحدیث ہیں، صاحب نسبت شیخ طریقت ہیں، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی علیہ الرحمہ کے مجاز وخلیفہ ہیں، دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین ہیں، ایک بہترین واعظ وخطیب ہیں اور ایک عمدہ اور نمونہ کے انسان ہیں۔

یہ سطریں میں ان کے مواعظ کے مجموعہ کے لئے بطور تمہید لکھ رہا ہوں، اس لئے میں

اس تحریر کو ان کے مواعظ وخطبات کے تعارف اور ان کی خصوصیات کی حد تک محدود رکھنا چاہتا ہوں، ورنہ ان کی ہمہ جہت شخصیت پر لکھا جائے تو ایک دفتر تیار ہو جائے گا جس کی اس مجموعہ مواعظ میں گنجائش کہاں؟

میں نے آغاز ملاقات ہی میں پایا کہ مفتی صاحب مدن پورہ میں مالتی باغ کی مسجد کے امام اور جمعہ کے خطیب ہیں۔ میں جمعہ کی نماز مفتی صاحب کی امامت میں ادا کرتا تھا۔ مفتی صاحب کا معمول دیکھا کہ اذان خطبہ سے غالباً بیس پچیس منٹ پہلے وعظ کہتے، وعظ کا انداز یہ ہوتا کہ کوئی آیت پڑھتے یا کوئی حدیث پڑھتے اور اس کی بہت سہل اور دلنشین تشریح فرماتے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حالات کی مناسبت سے ترغیب وترہیب کے مضامین بیان فرماتے اور ہر مضمون کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے استدلال اور استناد کرتے۔ مجھے ایک خوشگوار حیرت ہوئی کہ مفتی صاحب کو متون حدیث کس قدر ازبر ہیں، انکا بیان مغز ہی مغز ہوتا۔ حشو وزوائد سے بالکل پاک۔ ان کا وعظ قرآن کی آیات اور احادیث کے متون پر مشتمل بہت باوقار اور سنجیدہ مگر بہت دلچسپ اور موثر ہوتا۔ اس میں ہنسی کی باتوں کا کہیں گزر نہ ہوتا، لیکن ان کے قلب کی پاکیزگی، گفتگو کی حلاوت، چہرے کی شگفتگی اور جگر کی سوز کا اثر یہ ہوتا کہ ان کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات دلوں کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی۔ تقریر بہت لمبی نہ ہوتی مگر سننے والا معلومات سے مالامال اور ایمان کی تازگی سے نہال ہو جاتا۔ مفتی صاحب کے وعظ و بیان کا یہ رنگ اب بھی ہے، بلکہ پختہ تر ہو گیا ہے۔ بیان ان کا مختصر ہو یا مفصل، سامعین کو اطمینان رہتا کہ ہر بات مکمل ہے اور دل میں اتر گئی ہے۔

مجھے یاد آتا ہے کہ ان کے والد محترم نے اس وقت جب کہ مفتی صاحب گود میں تھے

ان کے متعلق بظاہر ایک وحشت ناک خواب دیکھا تھا جس سے وہ گھبرا گئے۔ انہوں نے ایک بزرگ معبر سے اس کی تعبیر دریافت کی تو انہوں نے اولاً صدقہ دینے کا حکم دیا۔ صدقہ ادا کرنے کے بعد انہوں نے بتایا کہ آپ کا یہ بیٹا واعظ ہوگا اور اس کا وعظ دلوں میں اثر کرے گا۔ اس تعبیر کی شہادت ہر وہ شخص دیتا ہے جو مولانا کی مجلس وعظ میں کبھی بھی شریک ہوا ہے۔

مفتی صاحب ابتداء عمر سے ہی صاف باطن اور پاکیزہ قلب کے مالک ہیں۔ پھر حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی علیہ رحمہ کی صحبت نے انہیں مزید کندن بنادیا ہے۔ نسبت مع اللہ کی سرفرازی نے ان کے وعظ کی قدر و قیمت میں اور بھی اضافہ کردیا ہے۔ رمضان کے عشرہ اخیرہ میں حضرت مفتی صاحب اپنے متعلقین ومسترشدین کے ایک جم غفیر کے ساتھ اعتکاف کرتے ہیں۔ ان دس دنوں میں وہ روزانہ تراویح کی نماز کے بعد مجلس میں قرآن و حدیث کا نور بکھیرتے ہیں۔ سامنے حدیث شریف کی کوئی کتاب ہوتی ہے، اس سے حضور اقدس سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سناتے ہیں، ان کی تشریح فرماتے ہیں۔ حدیث پاک کا نور، رمضان مقدس کی برکتیں اور رحمتیں، عشرہ اخیرہ کی نورانیت، اعتکاف کی یکسوئی وعبادت اور قلب وروح کی پاکیزگی وصفائی سب مل ملا کر جو سماں پیدا کرتے ہیں کہ روحانیت کی ایک مبارک دنیا جلوہ گر ہوجاتی ہے۔ اس کیفیت کو زبان وقلم سے کیوں کر بیان کیا جائے، اسے قلب ہی محسوس کرسکتا ہے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر مسعود احمد صاحب الاعظمی زید مجدہم کا تبصرہ

حضرت اقدس کے اسباق حدیث کی تیسری جلد بنام ''مواعظ نعمانی'' پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا ڈاکٹر مسعود احمد صاحب الاعظمی زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں

ان اسباق میں سادگی کے ساتھ پرکاری، سلاست وروانی، بے تکلفی وبرجستگی، اور متانت وشائستگی کے ساتھ ایک نمایاں خوبی احقر کو یہ نظر آئی کہ صحیح اور معتبر روایتوں ہی پر وعظ کا مدار رکھا گیا ہے، اوران ہی کی روشنی میں خطاب کیا گیا ہے۔ حالانکہ وعظ وتقریر کے میدان میں یہ مشکل امر ہے، اس میدان میں عموماً بے سروپا اور بے تحقیق روایتیں راہ پا جاتی ہیں۔ اور بظاہر یہ ذہن بنالیا گیا ہے کہ اس میں ''سب چلتا ہے''۔ اس لحاظ سے بھی یہ کتاب بہت قابل قدر ہے، اور نہ صرف اہل ذوق بلکہ عام وخاص ہر ایک کے لئے مفید ہے۔

حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ

حضرت امیر ملت زید مجدہم کے وہ بیانات جو غیر مقلدیت کے رد میں کئے گئے تھے جو بنام ''خطبات نعمانی (حصہ اول)'' شائع ہوئے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ الحدیث حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

حضرت موصوف ہمارے دور کے ان باتوفیق علماء ربانیین میں سے ہیں جن کو اللہ رب العزت نے رسوخ فی العلم، فطری ذکاوت، اکابر اولیاء اللہ کی صحبت اور تقویٰ وطہارت جیسے اوصاف سے حظ وافر عطاء کیا ہے۔ موصوف دارالعلوم دیوبند کے منصب اہتمام پر فائز ہونے سے پہلے جامعہ اسلامیہ بنارس کے شیخ الحدیث تھے اور بنارس واطراف میں دینی خدمت کے مختلف شعبوں میں وہ مرکزی کردار ادا کرتے تھے۔ بنارس چونکہ فرقۂ اہل حدیث کی سرگرمیوں کا خاص مرکز ہے، اس لئے حضرت مفتی صاحب کو اس میدان میں بھی کام کرنا پڑتا تھا، اسی پس منظر میں یہ تقریریں ہوئیں اور یہ کتاب وجود میں آئی۔

کتاب پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں اصولی وفروعی دونوں پہلوؤں

سے اس فرقہ کے زیغ وانحراف کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔اس میں سنت، اجماع، قیاس اور تقلید جیسے اصولی مباحث پر بھی گفتگو کی گئی ہے اور تراویح، طلاق ثلاث، توسل وغیرہ فروعی مسائل بھی تفصیل سے زیر بحث لائے گئے ہیں۔مجموعی اعتبار سے یہ کتاب غیر مقلدین کی اصولی اغلاط، فکری انحراف اور ان کی جارحیت وافترا پردازیوں سے واقفیت کا کافی سامان بہم پہونچاتی ہے، جس سے اس موضوع پر صاحب تقریر کی وسعت نظر کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اور اب تو ان کی دینی خدمات کا میدان وسیع تر ہو گیا ہے کہ وہ اب دارالعلوم دیوبند کے منصب اہتمام پر جلوہ افروز ہیں، جو دینی خدمات کا عنوان جلی ہے۔

ایک واقعہ

ایک واقعہ بندہ کو یاد آ گیا۔بطور تمہید پہلے یہ ذہن نشین کر لیں کہ بلاشبہ حضرت اقدس ایک بہترین خطیب ہیں۔اور اسی وجہ سے ہندو بیرون ہند کے مختلف اداروں میں آپ کو بلایا جاتا ہے۔

واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰۱۴ء کو دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر کے ایک سو پچاسویں اجلاس میں حضرت اقدس نے یہ بات بیان فرمائی تھی اور چونکہ اس کے ساتھ ساتھ جامعہ حسینیہ راندیر کا ایک سوواں جلسہ بھی تھا۔حضرت اقدس نے ایک بات یہ بتلائی کہ میری تو یہ سعادت ہے کہ میں ڈھائی سو سالہ جشن میں شریک ہو گیا۔

دوسری بات حضرت اقدس نے یہ فرمائی تھی کہ پچھلے سال مجھے مدراس میں ''مدرسہ باقیات الصالحات'' میں بلایا گیا تھا اس عنوان پر کہ جب باقیات کا ایک سوواں جلسہ ہوا تھا تو اس وقت دارالعلوم دیوبند کے اس وقت کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا گیا تھا اور اب ایک سو پچاسواں اجلاس ہے تو آپ کو بلایا ہے۔ یہاں ہمارے دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر کے سابق مہتمم حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ نے درمیان میں عرض کیا تھا کہ حضرت! یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ تو اس وقت حضرت اقدس نے فرمایا تھا واہ جی! میرے لئے تو یہ بھی سعادت ہوگئی۔

تیسری بات حضرت اقدس نے یہ فرمائی تھی کہ جب میں دارالعلوم دیوبند پڑھنے گیا تھا ۱۳۸۲ھ میں تو وہ دارالعلوم دیوبند کا ایک سوواں سال تھا۔ حضرت مولانا سلمان صاحب بجنوری زیدمجدہم نے مجھے کچھ عرصہ پہلے بتلایا کہ آپ جب مہتمم بن کر تشریف لائے دارالعلوم دیوبند میں تو وہ ایک سو پچاسواں سال تھا۔

تصنیف وتالیف

حضرت اقدس نے باضابطہ تصنیفی میدان میں قدم نہیں رکھا۔ جامعہ اسلامیہ بنارس کے قیام کے دوران تدریسی مشغولیت اور دارالعلوم دیوبند کے قیام میں تدریس کے ساتھ ساتھ منصب اہتمام کی نازک ذمہ داریاں مانع بنی رہیں، ورنہ یہ بات بالکل یقینی ہے کہ اگر حضرت اقدس اس میدان میں قدم رکھتے تو ایک کامیاب اور مقبول مصنف ہوتے۔ تاہم مختلف عناوین پر آپ کے مقالے شائع ہوتے رہیں، جن کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا ہر مضمون علمی و ادبی شہ پاروں سے بھرپور ہے۔ ذیل میں ان کتابوں کے نام درج کئے جاتے ہیں جو آپ کی جانب منسوب ہیں۔

(۱) اسباق حدیث: رمضان المبارک میں اخیر عشرہ میں ہونے والے دورس حدیث کا مجموعہ، جن کی ترتیب حضرت مولانا کمال اختر صاحب خیرآبادی نے کی ہے۔ دوجلدوں میں شائع ہو

چکی ہے۔

(۲) مواعظ نعمانی: اسباق حدیث کی تیسری جلد ہے جو مواعظ نعمانی کے نام سے شائع ہوئی ہے۔اس کی ترتیب کا کام بھی حضرت مولانا کمال اختر صاحب خیرآبادی نے انجام دیا ہے۔

(۳) مقالات نعمانی: جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس سے شائع ہونے والے سہ ماہی مجلہ ''ترجمان الاسلام'' میں حضرت مولانا نظام الدین اسیرادروی صاحب کے اصرار پر اور کبھی کبھی وقتی داعیہ سے متأثر ہوکر چند مضامین حضرت اقدس نے تحریر فرمائے تھے۔جن کو مولانا انوار احمد صاحب اعظمی نے ''مقالات نعمانی'' کے نام سے جمع فرمایا ہے۔

(۴) خطبات نعمانی: حضرت اقدس کی چار تقریروں کا مجموعہ ہے۔جس کا اصل عنوان ہے ترک تقلید اور اس کا انجام''۔حضرت اقدس نے کچھ مخصوص حالات میں، اپنے مزاج اور افتاد طبع سے ہٹ کر مجبوراً اس انداز کی تقریریں کی تھیں۔اس مجموعہ کو ''خطبات نعمانی (حصہ اول) '' کا عنوان دیا گیا ہے۔اس کے بعد مختلف مواقع پر ہونے والی تقریروں کے دو مجموعے'' خطبات نعمانی (دوم،سوم)'' کے نام سے شائع ہوئے۔

(۵) التقریر المرضی لحل سنن الترمذی: دارالعلوم دیوبند میں حضرت اقدس کے ذمہ ترمذی شریف کے چند ابواب ہیں۔حضرت کے ان دروس کو ایک طالب علم مولوی عبداللہ مظفرنگری نے جمع کیا ہے،اور یہ کتاب دو جلدوں میں شائع ہوچکی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ میں انتخاب

حضرت اقدس کی مقبولیت کی ایک بدیہی دلیل یہ ہے کہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے جن چند حضرات کو بحیثیت رکن شوریٰ منتخب کیا تھا ان میں

ایک نام حضرت اقدس کا بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ انتخاب اس وجہ سے نہیں کہ آپ کا تعلق رئیس خاندان سے ہے، بلکہ آپ کے علمی تعمق اور عنداللہ مقبولیت کی وجہ سے ہے۔ یہ انتخاب بھی اس وقت ہورہا ہے جب کہ آپ کے شیخ اور کئی اساتذہ بقید حیات تھے۔ اس وقت سے لے کر آج تک مسلسل ۲۸ سال سے آپ دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے معزز رکن ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطاء فرمائیں (آمین)

دارالعلوم دیوبند کے منصب اہتمام پر

یکم محرم الحرام ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۸/دسمبر ۲۰۱۰ء کو دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو مجلس شوریٰ نے حضرت اقدس کو کارگزار مہتمم کے طور پر منتخب کیا۔ پھر اگلی مجلس میں حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کو مہتمم مقرر کیا گیا مگر بچند وجوہ ایک انتشار کی صورت پیدا ہوگئی تھی۔ بالآخر ۱۹/ربیع الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۳/فروری ۲۰۱۱ء کو ہنگامی مجلس منعقد کی گئی جس میں آپ کو دوبارہ کارگزار مہتمم مقرر کیا گیا۔ اور ۲۱/شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۳/جولائی ۲۰۱۱ء کو مجلس شوریٰ نے باضابطہ منصب اہتمام آپ کے سپرد کردیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک الحمدللہ آپ اس منصب پر فائز ہیں۔ آپ کے منصب اہتمام میں دارالعلوم ہر اعتبار سے ترقی کررہا ہے۔ حق تعالیٰ آپ کے سایہ کو تادیر قائم رکھیں (آمین)

اسفار حج وعمرہ

حضرت اقدس کو سب سے پہلے حج بیت اللہ شریف کی سعادت ۱۹۹۲ء میں حاصل ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے تو متعدد مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ بندہ جب

۲۰۱۵ء میں حج کے لئے گیا تھا تو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ حضرت اقدس بھی حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ عزیزیہ میں مسجد فقیہ کے قریب حضرت کا قیام تھا، وہاں آپ سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر جب حضرت اقدس کی واپسی ہو رہی تھی اور طواف وداع سے آپ فارغ ہوئے تو عشاء کی نماز کے بعد حرم کے صحن میں جہاں گھڑی کا چھوٹا ٹاور تھا اس کے قریب ملاقات ہوئی۔ اس وقت حضرت نے سات دانے والی تسبیح بندہ کو ہدیہ میں پیش فرمائی تھی۔

عمرہ کی سعادت تو کئی مرتبہ حضرت اقدس کو حاصل ہو چکی ہے۔ تقریباً ہر سال کم از کم ایک مرتبہ اور کبھی کبھار سال میں دو مرتبہ زیارت حرمین سے آپ مشرف ہوتے ہیں۔

ایک بڑی سعادت یہ ہے کہ الحمدللہ آپ کو کعبہ شریف کے غسل کی رسم میں شریک ہونے کا اور اندر جانے کا موقع نصیب ہوا۔ اندورن کعبہ میں نماز و دعاء کی سعادت سے حق تعالیٰ نے نوازا ہے۔

حضرت اقدس خود فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے ۱۹۹۶ء میں حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جنوبی افریقہ سے واپسی کے موقع پر تقریباً دو ہفتے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام اور عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس وقت خانۂ کعبہ کی مرمت کا کام چل رہا تھا۔ اس سفر میں بھی دو بار اندرون خانۂ کعبہ حاضری اور نماز و دعاء کی سعادت حاصل ہوئی۔

آپ کے پاس کعبہ شریف کے غلاف کا قطعہ بھی موجود ہے۔

قدر کریں

بہر حال! حضرت امیر ملت دامت برکاتہم اس وقت بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ اللہ

تبارک وتعالیٰ حضرت اقدس کے علم میں، عمل میں، عمر میں، عزت میں خوب خوب برکتیں پیدا فرمائیں اور علم وعمل کا یہ آفتاب و ماہتاب دیر تک عافیت کے ساتھ روشن رہے اور ہم ان کی روشنی سے مستفید ہوتے رہیں۔

حضرت اقدس کے یہ چند حالات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔
حضرت اقدس نے ان تمام حالات کو بغور ملاحظہ فرما کر اصلاح بھی فرمادی ہے،
پھر بھی اگر کچھ غلطی ہو تو اس کو بندہ کی جانب منسوب کیا جائے۔(مرتب)

فقط والسلام
محمد عادل عثمانی
۲۵/صفر/۱۴۴۲ھ
۱۳/اکتوبر/۲۰۲۰ء